

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں اور تبرکات چومنا

پیر طریقت، رہبر شریعت

مصنف
مفتی محمد فیض احمد اُویسی

ناشر
بزمِ فیضانِ اُویسیہ (باب المدینہ) کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں اور تبرکات چومنا

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی دامت برکاتہم القدسیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا"بداء غریبا و سیعود کما بداء فطوبی لفقرباء الذین یصلحون ما افسدالناس "دین غریبوں میں شروع ہوا اور قرب قیامت واپس بھی غریبوں سے ہوگا پس غریبوں کو مژدہ بہار ہو کہ وہ اپنی غریبی کے باوجود لوگوں کے غلط کاموں کی اصلاح کرتے ۔اس حدیث میں وہ امراء بھی شامل ہیں جو دینی امور میں حصہ لیتے ہیں نیز اس حدیث شریف کے مصداق فقیر کے فقیر ساتھی بھی ہیں جو فقیر کی طرح اپنی غریبی کے باوجود حتی الامکان خدماتِ اسلام میں مصروف ہیں منجملہ ان میں اراکینِ بزمِ فیضانِ اُویسیہ کراچی (باب المدینہ) پاکستان بھی ہیں کہ اپنی غریبی میں فقیر کی متعدد تصانیف شائع کر چکے ہیں اور آئندہ بہت بڑا منصوبہ مدِ نظر ہے۔اللہ ان حضرات کو غیبی مدد سے نوازے تا کہ دینی اُمور کو آگے بڑھا سکیں۔(آمین)

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان

۸محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

بزرگوں کے ہاتھ پائوں اور تبرکات کا چومنا

بزرگوں مثلاً اولیاء اللہ واساتذہ اور ماں باپ اور علماء کرام کے ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی ان کے تبرکات مثلاً ان کے ملبوسات اور بال وغیرہ کو بوسہ دینا اوران کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔احادیث اور عملِ صحابہ کرام اوراولیاء عظام اور علماء کرام کی تصریحات اس میں موجود ہیں بلکہ قرآن مجید میں بھی اس کا ارشاد پایا جاتا ہے۔اللہ فرماتا ہے:

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت ۵۸)

ترجمہ: اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔

(فائدہ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس جو انبیاء کرام کی آرامگاہ ہے اُس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔

صحابہ کرام کی عاداتِ مبارکہ سے ثبوت

(۱) وعن ذراع و کان فی وفد عبدالقیس قال لما قد منا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ‘ (مشکوٰۃ،باب المصافحہ)

حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبدالقیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اُترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

(۲) مشکوٰۃ، باب الکبائر وعلامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے کہ فتقبل یدیہ ورجلہ‘ پس اُنہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومے۔

(۳) مشکوٰۃ شریف باب مایقال عند من حضرہ الموت بروایت ترمذی وابوداؤد میں ہے عن عائشۃ قالت قبل رسول اللہ ﷺ عثمان ابن مظعون وھو میت۔حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ اُن کا انتقال ہوچکا تھا۔(۴) شفاء شریف میں ہے کان ابن عمر یضع یدہ علی المنبر الذی یجلس علیہ رسول اللہ فی الخطبۃ ثم یضعھا علی وجھہ۔جس منبر پر حضور ﷺ خطبہ فرماتے تھے اُس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے چومتے تھے۔(۵) فتح الباری شرح بخاری لابن حجر صفحہ ۱۵، پارہ ششم میں ہے کہ استنبط بعضھم من مشروعیۃ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یستحق العظمۃ من ادمی و غیرہ نقل عن

الامام احمدانه سئل عن تقبیل منبر النبی علیہ السلام و تقبیل قبرہ فلم یربہ باساونقل عن ابی الصنف الیمانی احد علماء ملۃ من الشافعیۃ جوازتقبیل المصحف و اجزاء الحدیث و قبور الصالحین ملخصًا ۔ارکانِ کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہ ھم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کا منبر یا قبرانور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کے اَوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں توشیح میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ فرماتے ہیں استنبط بعض العارفین من تقبیل الحجر الاسواد تقبیل قبور الصلحین ۔حجرِ اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے ان احادیث ومحدثین وعلماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤں اور اُن کے لباس، نعلین، بال غرضیکہ ساری تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف، کتب احادیث کے اَوراق کا چومنا جائز اور باعثِ برکت ہے۔

قرآنِ کریم سے ثبوت

بزرگانِ دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا، اُن سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

(۱) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پارہ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۲۴۸)

ترجمہ: اوران سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔

حوالہ جات تفاسیر

تفسیرِ خازن وروح البیان وتفسیر مدارک اور جلالین وغیرہ میں ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھی) اُن کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اوران کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور اُن کا

عمامہ وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اُس کو سامنے رکھتے تھے جب خدا سے دعا کرتے تو اُس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔(ف) ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لینا، اُن کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔(۲) خازن و مدارک و روح البیان و کبیر، سورہ یوسف، پارہ ۱۲ زیر آیت

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ (پارہ ۱۲، سورۃ یوسف، ایت ۱۵) ﴿ترجمہ: پھر جب اسے لے گئے۔﴾

کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو اُن کے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تعویذ بنا کر ڈال دی تا کہ محفوظ رہیں۔(ف) سارے پانی رب کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر آب زم زم کی تعظیم اس لئے ہے کہ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔(۳) مقامِ ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہوئی تو اُس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۲۵)

ترجمہ: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

سب کے سر اُدھر جھکا دیئے۔(۴) مکہ معظمہ کو حضور ﷺ سے نسبت ہوئی تو رب تعالیٰ نے اُس کی قسم یاد فرمائی

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ البلد، ایت ۲،۱)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم۔ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

نیز فرمایا

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (پارہ ۳۰، سورۃ التین، ایت ۳)

ترجمہ: اور اس امان والے شہر کی۔

(۵) ایوب علیہ السلام نے فرمایا

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (پارہ ۲۳، سورۃ ص، ایت ۴۲)

ترجمہ: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوون عظمت والا اور شفاء ہے۔

مزید احادیث مبارکہ﴾

(۱) مشکوٰۃ شروع، کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما کے پاس

حضور ﷺ کا جبہ (اچکن) شریف تھا اور مدینہ شریف میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اُس کو پلاتی تھیں۔(۲) مشکوٰۃ کتاب الاطمعہ باب الاشربیہ میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور اُن کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا اُنہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور ﷺ کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ اُس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی لے کر اُس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو وہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔(ف) اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔(۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی شریف میں حضور ﷺ کا ایک موئے مبارک تھا اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر پر ہوتی تھی۔مشکوٰہ باب السترہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا۔تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال کی طرف دوڑے جس کو اس غسالہ شریف سے تری مل گئی۔اس نے اپنے منہ پہ مل لیا اور جسے نہ ملی اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔(ف) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے استعمالی چیزوں سے برکت حاصل کرنا صحابہ کا طریقہ ہے۔

اقوالِ فقہائے کرام

عالمگیری کتاب، الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے **ان قبل ید عالم او سلطن عادل بعلمه عدله لا باس به** اگر عالم بادشاہ کے ہاتھ پاؤں چومے ان کے علم وعدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارت القبور میں ہے **ولا باس بتقبیل قبر والدیه کذا فی الغرائب** اپنے ماں باپ کی قبریں چومنے میں حرج نہیں۔عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے۔رحمت کا بوسہ جیسے باپ اپنے فرزند کو لے۔ملاقات کا بوسہ جیسے بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔شفقت کا بوسہ جیسے فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے۔دوستی کا بوسہ جیسے کہ کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے۔شہوت کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے بعض نے زیادہ کیا۔دین داری اور وہ سنگِ اسود کا چومنا ہے۔(۴) درمختار، جلد پنجم کتاب الکراہیت آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے **ولا باس بتصبیل یدالعالم و السلطن العادل**۔عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔(۵) شامی نے حاکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے کہ **قال ثم اذن له فقبل**

راسه و رجلیه و قال لو کنت امر احدان یسجد لاحد لا مرت المراۃ ان تسجد لزوجھا و قال صحیح الاسناد۔ حضور ﷺ نے اس شخص کو اجازت دی اُس نے آپ ﷺ کے سرِ انور اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔(۲) درمختار نے اسی جگہ بوسہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا کہ قبلۃ الدیانیۃ للحجر الاسود و تقبیل عتبۃالکعبۃ تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر انہ کان یاخذالمصحف کل غداۃ و یقبلہ و اما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃانہ بدعۃ مباحۃ و قیل حسنۃ ملخصا۔ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجرِ اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی لوگوں نے جائز فرمایا ہے کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(فائدہ) ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور متبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر ہوا۔مخالفین کے اپنے قطبِ عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ کتاب الحظر والاباحہ، جلد ا، صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں کہ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔فقط رشید احمد عفی عنہ

باحیاء انسان کے لئے ایک حوالہ ہی کافی ہے

سوالات و جوابات

(سوال) فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہوگیا تعظیمی رکوع بھی حرام ہوگیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اُس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہوگیا لہٰذا یہ حرام ہے۔درمختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے و تقبیل الارض بین یدی العلمآء و العظمآء فحرام لانہ یشبہ عبادۃ الوثن۔علماء اور بڑے لوگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے اسی کے ماتحت شامی میں ہے کہ الایمـاء فی السلام الیٰ قریب الرکوع کالسجود و فی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسطن و غیرہ و ظاھر کلامھم علیٰ اطلاق السجود علیٰ ھذا التقبیل۔اسلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ

بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا سجدہ ہے اور غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک ہے لہٰذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے۔ حضرت مجدد صاحب کو دربارِ اکبری میں بلایا گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تا کہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جائیں مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاً دروازے میں پاؤں داخل کیے تا کہ جھکنا نہ لازم آئے (دیوبندی ،وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)

(جواب) ہم پہلے سجدے کی تعریف کرتے ہیں پھر سجدے کے احکام پھر یہ عرض کریں گے کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جائے گا۔ شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں۔ دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی۔ پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔

﴿احادیث و فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ﴾

اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا جیسا کہ بعض وقت بیماری یا سردی سے چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔ سجدہ دو طرح کا ہے سجدہ تحیہ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیہ تو کسی کی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے دین پر جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی توحید لائے شرک کسی نے نہیں پھیلایا۔ سجدہ تحیہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور ﷺ کے زمانہ پاک تک جائز رہا۔ فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا، حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادرانِ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان، پارہ ۱۲، سورۂ ہود زیر آیت

وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ (پارہ ۱۲، سورۃ ھود، ایت ۴۴)

ترجمہ: اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

میں حضرت ابو العالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ شیطان سے کہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے شیطان بولا کہ جب میں نے آدم علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہیں کیا تو اُن کی قبر کو کیا سجدہ کرونگا پھر اسلام نے اس سجدہ تحیہ کو حرام فرمایا لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیہ کرے تو گناہ گار ہے مجرم ہے، حرام کا مرتکب ہے، مگر کافر یا مشرک نہیں۔ جو لوگ سجدہ تعظیمی کے قائل ہیں مجرم ہیں ہمارا اور ان کا کوئی تعلق نہیں ہے معترض نے جو درمختار کی عبارت پیش کی اسی جگہ درمختار میں ہے کہ ان علیٰ وجہ

العبادة و التعظیم کفروان علیٰ وجه التحیة لا وصار اثمامرتکبا للکبیرة ۔اگر یہ چومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہوتو کفر ہے اور اگر تحیۃ کے لئے ہوتو کفرنہیں ہاں گناہ گار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا اسی عبارت کے تحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے ہاں غیر کے سامنے جھکنا۔اس کی دو نوعیت ہیں ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے جیسے کہ جھک کر سلام کرنا یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کے جوتے سیدھے کرنا یا اُس کے پاؤں چومنا یا جھکنا اگرچہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھے کرنا یا پاؤں چومنے کے لئے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے ہے یہ حلال ہے۔اگر توجیہ نہ کی جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا؟ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ اُن کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔حضرت مجدد کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ اُنہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربارِ اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے اس لئے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

(سوال) احادیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا انی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر ولو لا انی رء یت رسول الله صلی الله علیه وسلم ما قبلتك ۔اے حجر اسود میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان۔اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آ گیا مجبوراً چوم لیا اور چونکہ ان تبرکات کے چومنے کی کوئی نص نہیں اسی لئے انہیں نہیں چومنا چاہئے؟

(جواب۱) فقیر کا اس سوالات کے جوابات پر مستقل رسالہ ہے التحریر المسجد فی تحقیق الحجر ا لا سو د ۔منجملہ ان کا جواب یہ ہے کہ اسی جملہ "لا تضر و لا تنفع" کو سنکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین حجر اسود نفع بھی دیتا ہے نقصان بھی کیونکہ قیامت میں مومنوں کے ایمان کی گواہی دیگا تو مومن کو جنت نصیب ہوگی اور کافر کے کفر کی گواہی دیگا تو اسے جہنم نصیب ہوگا۔حدیث طویل ہے۔ہم نے رسالہ مذکور میں مفصل نقل کی ہے۔

(جواب۲) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عشقِ رسول ﷺ کا درس دیا کہ ہم نے اس پتھر کو اس لئے چوما کہ ہمارے آقا ﷺ نے چوما چونکہ اہل عرب پہلے بت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں کو ہٹا کر ایک پتھر پر

ہم کومتوجہ کردیا اس فرمان سے لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ **لاتضر و لا تنفع** کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرمادیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر نفع اور نقصان کا مالک نہیں جیسا کہ اہل عرب بتوں کو سمجھتے تھے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس پتھر میں بالکل نفع وضرر نہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بھی۔ فاروق اعظم نے واضح فرمایا کہ ہم محبوبانِ خدا کی نسبت کے عاشق ہیں اسی لئے حجرِ اسود کو چومتے ہیں تعجب ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ سے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلے بنالیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے۔ اُن ہی کی عرض پر یہ آیت آئی

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (پارہ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۲۵)

ترجمہ: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "البرکات فی التبرکات"

قاعدہ اسلامی اسلام کا ایک مضبوط ضابطہ ہے کہ کوئی شے کسی محبوب خدا سے منسوب ہو اُس کی تعظیم وتکریم اللہ تعالٰی کو مرغوب ہے اس قاعدہ پر دلائل کے انبار لگائے جا سکتے ہیں اس موضوع پر فقیر کا رسالہ پڑھیئے "نسبت سے پیار" بالخصوص جس شے کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے تو اس کی شان وکمال کا کیا کہنا۔ چند حوالے حاضر ہیں۔ شفاء شریف میں ہے کہ ومن **احظا مہ و اکبارہ ا عظام لجمیع اسبابہ و اکرام مشاہ و امکنتہ و معاھد و مالمسہ علیہ السلام ادعرف بہ**۔ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے اسباب ان کے مکانات اور جو اس جسم پاک سے مس بھی ہوگیا ہو اس جس کے متعلق یہ مشہور ہو کہ یہ حضور ﷺ کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔ شرح شفاء میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں **ان المراد جمع مانسب الیہ و یعرف بہ علیہ السلام**۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے اپنی کتاب نورالایمان میں یہ ہی عبارت شفا نقل فرما کر حاشیہ لکھا **ای ولو کان علیٰ وجہ الا شتھر من غیر ثبوت اخبار فی اثارہ کذا قال علی القاری**۔ اگر چہ یہ نسبت محض شہرت کی بناء پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث

سے نہ ہو جس طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک متقط میں یہ ہی مضمون فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ثابت کیا کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ اس سے ان بدبختوں کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ان تبرکات کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی حضور ﷺ و دیگر محبوبانِ خدا کے ہی ہونگے۔ ہم صرف یہ کہہ دیں گے کہ

عاشقاں راچہ کا باتحقیق　　　　ہر کجا نام اوست قربانیم

عشاق کو تحقیق سے کیا غرض عاشق تو

محبوب کے نام پر قربان ہیں۔

آخری اور فیصلہ کن جواب ان دلائل کے باوجود کوئی صاحب پھر بھی بضد ہوں تو فقیر اُویسی غفرلہ کے مشورہ پر اس صاحب سے پوچھیں آپ کے اپنے والد گرامی منسوب ہیں اس کی کیا دلیل ہے۔ یہی جواب دیں گے کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب کا بیٹا ہوں اور ان کے اس بارے میں نکاح کے گواہ بھی موجود ہیں۔ یقین مانئے کہ اس کے جواب سے اس کے حلالی ہونے کا حتمی فیصلہ نہیں ہوگا لوگوں کے اذہان کشمکش میں رہیں گے کیونکہ یہ خبر دینے والے عوام اور گواہ بھی صرف نکاح ہونے کے کچھ تسلی بخش نہیں کیونکہ نکاح کے بعد جناب کے نطفہ حلال وحرام کا یقین کسی کو نہیں نہ تمہیں خود کو اور نہ تمہارے باپ کو ہاں ماں کو ہے تو وہ عار وشرم سے خبر نہ دیگی لیکن تبرکات کے بارے میں خبر دینے والے اولیاء کاملین اور علمائے راسخین اور عوام صالحین ہیں جن کی گواہی ایسی محبوب ہے کہ قیامت میں بھی صرف ان حضرات کی قابل قبول ہوگی جب کفار انبیاء کرام علیہم السلام کی پیغام رسانی کا انکار کریں گے تو گواہی کے لئے یہی حضرات بلائے جائیں گے اور دنیا میں ان حضرات کی خبر متفقہ طور پر پھیل جائے تو اُن کی خبر پر شرعاً فیصلہ ضروری ہے اسے خبر مستفیض کہا جاتا ہے اور یہ خواص حضرات تو بہت بڑے بلند قدر ہے عوام کے لئے وارد ہے انتم شھداء اللہ علی الارض۔ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ اس سے اہل حق اندازہ لگائیں کہ تبرکات کا ثبوت کتنا مضبوط سے مضبوط تر ہے لیکن جن کے دلوں میں بغض وعداوت نے ڈیرہ جمایا ہوا ہوں اس کا کیا علاج۔

تقریر

حضرات! حاضر اسمِ فاعل کا صیغہ ہے۔ حضر وحضور وحضارۃ وحضرۃ سے مشتق ہے جوکہ غیب کی ضد ہے یعنی غائب نہ ہونا (المنجد) چنانچہ محاورہ عرب کا مشہور ہے۔ حضرت مجلس القاضی میں قاضی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وحضر الغائب حضور ای قدم۔ یعنی غائب جوتھا اب حاضر ہوگیا ہے یعنی آگیا۔ (کذافی سراج المنیر) اور ناظر کے چند معنی آئے ہیں۔ عین جیسے اسواد الاصفر الذی خیر انسان العین کذافی المنجد۔ مصباح المنیر میں ہے کہ الناظراسوادوالصفر من العین الذی یصربه الانسان شخصهقاموس میں هے والناظر اسود فی العین۔ البسرومرق فی الانف و فیه ماء البصر االناظر فی المقلةکداذ المحتار الصحاح۔ خلاصہ یہ کہ حاضر سامنے ہونے والا، غائب نہ ہونے والا۔ ناظر بمعنی دیکھنے والا جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جہاں تک ہماری دسترس ہوکہ تصرف کرلیں وہاں حاضر ہیں مثلاً آسمان کو ہم دیکھتے ہیں اس کے ہم ناظر ہیں مگر حاضر نہیں کیونکہ وہاں ہماری دسترس نہیں اور عرف شرع میں چار تقریریں ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے تمام کائنات ایسے ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پررائی کا دانہ یہ قرب وبعد کی قید نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل دیکھنی ہے توفقیر کی کتاب "تسکین الخاطر فی تحقیق الحاظر و الناظر" المعروف دلوں کا چین کا مطالعہ کیجئے اس مجلس میں چند آیات واحادیث واقوال سے وضاحت پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پارہ۲، سورۃ البقرۃ، ایت۱۴۳)

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ (حاضروناظر)۔

اس آیت میں محبوب ﷺ کے حاضروناظر کے متعلق ارشاد فرمایا گیا چنانچہ شیخ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دیں هر متدین بدین خود که کدام درجه از دین من رسیده و حقیقت ایمان او چیست وحجا بے که از ترقی مجرب مانداست کدام است پس او گنا هاں شمارا و درجات ایمان شماراواعمال بد ونیك شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لهٰذاشهادت اودر دنیا و آخرت بحکم شرع درحق امت مقبول واجب العمل است۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ اپنی نبوّت کے نور سے ہر دیندار کو جانتے ہیں اور آپ ﷺ کو یہ بھی علم ہے کہ حضور ﷺ کے دیدار

سے کون سا بُرا عمل مانع ہے۔ ہر ایک کے ایمان، اخلاص، نفاق، بُرائی، اچھائی سب کچھ جانتے ہیں اسی لئے آپ کی گواہی دنیا و آخرت میں امّت کے لئے قابل قبول ہے اور علامہ اسمٰعیل حقی روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ هـــذا مبنی نضمین الشهيد معنى الرقيب والمطلع والوجه فى اعتبار تضمين الشهيد الاشارة ان التحديل والتز كية انما يكون مخبره و مراقبة مجال الشاهد و معنى شهادة الرسول عليهم رتبة كل متدين بدينة فهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسنا تهم و سياتهم و اخلاصهم و نفافتهم و غير ذالك الحق و امة يعرفون ذالك من سائر الامم بنوره عليه السلام۔ یہ مبنی ہے اُس معنے پر کہ شہید بمعنے رقیب و مطلع کے ہیں اس معنے یعنی میں اس طرف اشارہ ہے کہ تزکیہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ بحیثیت شاہد کے اپنی امّت کے سارے حالات جانتے ہیں اور حق سے آپ ﷺ امّت کی ہر حالت کو پورے طور پر پہچانتے ہیں اور فرمایا

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۴۱)

ترجمہ: اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

تفسیر نیشا پور میں اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں لان روحه عليه السلام شاهد علىٰ جميع الارواح والقلوب والنفوس لقوله عليه السلام اولى ما خلق الله نورى۔ اور روح البیان میں ہے کہ واعلم انه يعرض على النبى عليه السلام اعمال امة غدرة و عيشةً قيصرفهم بسيما هم و اعمالهم فذالك ليشهد عليهم۔ مدارک میں علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں کہ ای شاهد ا على من امن باالايمان و على من كفر بالكفر و على من نافق بالنفاق۔ ان آیات عبارات و تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں چنانچہ شاہد و شہید کے معنی اگر گواہ کے ہیں تو گواہ عملی ہی ہوتا ہے جو کہ حاضر ہو چنانچہ شرع کا بھی یہی حکم اور قانون بھی اس کو مقتضی۔ اگر گواہ یہ نہ کہے کہ میں حاضر نہ تھا تو گواہی غیر مسموع چنانچہ ظاہر ہے اس پر سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضور ﷺ کو شہید کا خطاب دیا ہے ایسے ہی اُمّت کو بھی دیا ہے۔ کماقال:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۴۳)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔

اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعى نوح عليه السلام فيقال هل بلغت فيقول نعم فيدهى قومه فيقال هل بلغكم فيقولون ما

اتانانذیر وما اتانا من احد فیقال هل من شهرلك فیقول محمدوامه قال فیوتیٰ بکم تشهدون الله قد بلغ فلذلك قول الله وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ الایة۔ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نے تبلیغ فرمائی آپ فرمائیں گے ہاں۔ان کی قوم کو بلایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی نہیں آیا نوح علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ کے کوئی گواہ ہیں۔وہ کہیں گے کہ حضرت محمد ﷺ اوران کی امت اور پھر تم حاضر ہوگے اور گواہی دو گے کہ واقعی نوح علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی۔اس اعتبار سے رواہ الترمذی، صفحہ ۱۲۰، جلد ۲، و بخاری، صفحہ ۶۴۵، جلد ۲ کتاب التفسیر ہے کہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ ۔جب امت بھی گواہ ہوگی تو پھر تمام حاضروناظر ہوئے پس حضور ﷺ کی کیا تخصیص۔

(جواب) گواہی دو قسم کی ہے ایک مسموع دوسری مشہود۔مسموع وہ ہے کہ جو کہ کسی سے سنکر حاکم کے سامنے گواہی دی جائے جیسے کہ حدالزنا میں آتا ہے کہ اگر چار شخص قاضی کے سامنے حاضر ہوئے اُنہوں نے کہا کہ ہم نے فلاں چار سے سنا ہے لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں اور مشہود وہ ہے کہ وقوع فعل میں حاضر ہو پھر گواہی دی جائے۔چنانچہ مروّج ہے پس ثابت ہوا کہ ہماری گواہی مسموع اور آقا رسول علیہ التحیہ الثناء کی گواہی مشہود۔چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ جب اگلی اُمتیں انکار کریں گی تو پیغمبروں کو کہا جائے گا گواہ پیش کرو۔کہیں گے ہماری گواہ اُمتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔اُمت محبوب ﷺ کو بھی بلا کر پوچھا جائے گا تو عرض کریں گے کہ ہمیں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے خبر دی تھی پس محبوب ﷺ اُمت کی تصدیق فرمائیں گے پس فیصلہ کیا جائے گا۔محبوب ﷺ سے سوال نہ ہوگا کہ اے محبوب ﷺ تمہارا گواہ کون ہے کیونکہ محبوب ﷺ پہلے مشاہدہ فرما چکے ہیں محبوب ﷺ کو احوال دکھائے جا چکے ہیں چنانچہ قرآن پاک کے مقامات پر گذشتہ واقعات کے لئے ارشادات کئے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۳۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥ (پارہ۳،سورۃ البقرۃ،ایت۲۶۰)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے جلائے گا،فرمایا کیا تجھے یقین نہیں،عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے،فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے،پھران کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے،اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ٥ (پارہ۳،سورۃ ال عمران،ایت۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں،پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا،فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا،فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت۶۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا۔

غرضیکہ جہاں جہاں اِذ کا لفظ گذشتہ واقعات پر واقع ہوا ہے اسی طرف اشارہ ہے کہ اے محبوب ﷺ ان واقعات کو یاد فرماؤ کہ کیسے کیسے واقعات گذرے ہیں۔کیونکہ اِذ ظرفیہ ہے فعل کو چاہتا ہے اسی لئے اکثر مفسرین اِذ کو محذوف نکالتے ہیں جس سے مراد واقعہ گذشتہ کی یاد دہانی مقصود ہوتی ہے چنانچہ بعض جگہ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ چنانچہ

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (پارہ۲۶،سورۃ الاحقاف،ایت۲۱)

ترجمہ: اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (پارہ۲۳،سورۃ ص،ایت۴۱)

ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ○ (پارہ ۲۳، سورۃ ص، ایت ۴۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ○ (پارہ ۲۳، سورۃ ص، ایت ۴۸)

ترجمہ: اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔

اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل تمام پسندیدہ حضرات کو یاد کرو۔ وغیرہ وغیرہ اور ایسے ایسے ارشادات وہاں کئے جاتے ہیں جہاں موجودگی ہو یہ تو عرفی بات ہے جیسا کہ زید وعمرو کراچی سیر کو گئے چند دن شہر کی سیر کی اور عجائب وغرائب واقعات دیکھے جب واپس گھر آئے تو واقعات کی یاددہانی کے لئے زید نے عمرو سے کہا کہ فلاں فلاں قصہ یاد کر کیسا عجیب وغریب ہوا۔ ایسے ہی بلاشبہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا محبوب یوم میثاق کو یاد فرماؤ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ یاد فرماؤ فرشتوں کا انکار اور میرا اثبات یاد فرماؤ وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ شاہد وشہید بہ معنی حاضر گواہ ہیں نہ کہ بمعنی دیگر۔ اس تقریر پر سوال ہوگا کہ اگر ذ سے پہلے اذکر محذوف نکالنے سے یا اذکر کو ظاہر کرنے سے حاضر وناظر ثابت ہوتا ہے تو بنی اسرائیل کو بھی یہی کلام فرمایا گیا۔ چنانچہ

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۴۹)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام۔

یہاں بھی اذکروا محذوف نکالا جاتا ہے اور اذکروا کو ظاہر بھی کیا گیا ہے جیسے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۴۰)

ترجمہ: اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

ان آیات میں وہ یہود جو کہ محبوب ﷺ کے زمانہ ظاہری میں تھے ان کو خطاب ہے اور واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تو کیا یہ یہود بھی حاضر وناظر ہو گئے؟

جواب یہود کے اذکروا سے مراد یہ ہے کہ یہود کتب تواریخ سے واقف تھے چنانچہ عیاں ہے لہٰذا اُن کو اس تاریخی واقعہ کی طرف متوجہ کر کے ایمان کی طرف بلانا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے لئے بتاؤ کون سی کتاب کا مطالعہ فرمایا کس مورخ کے پاس صحبت یافتہ ہوئے یا کس اہل علم کے پاس پرورش پائی۔ آپ ﷺ اُمی (بے پڑھے) تھے۔ آپ ﷺ کے پاس تو عطیہ الٰہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب ﷺ میرے دیئے ہوئے علم کے سبب سے آپ ﷺ گذشتہ واقعات کو یاد فرماؤ۔ معلوم ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے تمام واقعات کو ملاحظہ فرمایا۔ اسی لئے قیامت میں گواہی دیں گے۔

(سوال) جب شریعت میں ایک کی گواہی مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَّ اَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، ایت ۲)

ترجمہ: اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔

تو محبوب ﷺ کی گواہی کیسے مقبول کی جائے گی؟

(جواب) یہ سوال کوئی جاہل کرے گا کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ خزائن خالق و مالک ہیں وہ تو مختار ہیں جو کریں مالک ہیں شریعت کے قانون طریقت وحقیقت کے مالک و مختار ہیں وہ تو غلاموں کو دنیا میں شریعت کے قانون معاف فرما دیتے ہیں۔ شریعت کا قانون ہے کہ اگر کوئی روزہ توڑ دے تو بندہ آزاد کرے یا ساٹھ مسکین کو طعام کھلائے یا ساٹھ دن متواتر روزہ رکھے مگر مالک شریعت نے غلام کو ان تمام سے معاف فرماتے ہوئے کچھ زیادہ بھی دے دیا یعنی اہل وعیال کے لئے کھجوریں عطا فرما دیں بلکہ اس حکم منصوص جو کہ فرماتا ہے کہ دو گواہ سے کم نہ ہوں مالک شریعت نے ایک غلام یعنی حضرت خزیمہ انصاری کو یہی درجہ عطا فرمایا کہ اکیلا ہی جس کی گواہی دے منظور ہے غرضیکہ شریعت ان کے گھر کی ہے طریقت ان کے گھر کی ہے پس قیامت میں اگر چہ ایک غلام کو پیش کر کے سارے جہاں کی گواہی دلوادیں مختار ہیں۔ اس مسئلہ کی بحث فقیر کے رسالہ مختار کل میں دیکھیے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ یاد دہانی کے طور پر فرماتا ہے۔ محبوب ﷺ یاد فرماؤ اُس وقت کو جب ملائکہ کو آدم کی پیدائش کے متعلق فرمایا گیا تو آپ ﷺ کو یاد ہے کہ ملائکہ نے کیا جواب دیا پھر ہم نے ان کو کیا فرمایا اور یاد فرماؤ کہ آدم کی پیدائش کے وقت سجدہ کرایا گیا۔ ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ اُس وقت موجود تھے۔

علامہ اسمٰعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ نشاهد خلقه و ما جرى عليه منطق الاكرام و الا خراج من الجنة البيب اطن لفة وما تا ب الله عليه الیٰ آخر ماجرى الله عليه و شاهد خلق ابليس

وماجری علیہ۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،ایت۴۵)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

ان کی تعظیم ہونے اور خطا ظاہری پر جنت سے علیحدہ ہونے اور پھر توبہ قبول ہونے سے آخر تک ان کے سارے واقعات معاملات جوان پر گذرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گذرا اس کو بھی دیکھا۔ بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ ہر صاحبِ سعادت کو کرم ولطف نبوی ہے اگر یہ لطف نبوی نہ ہو تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے یہی پارہ یہی سورۃ یہی آیت کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں قال بعض الکباران مع کل سعید دفیقه من روح النبی علیه السلام هی الرقیب العتید علیه ولی قبض الروح المحمدی عن آدم الذی کان به دائ لا یضل ولا ینبی علیه ماجری من النسیان (ترجمہ) بعض اکابر نے یہاں تک فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور ﷺ کی روح پاک رہتی ہے اور رقیب وعقیدے سے یہی مراد ہے اور جس وقت کہ روحِ محمدی ﷺ کی توجہ دائمی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔ اور حدیث میں جو وارد ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے تو صاحب روح البیان نے ایمان سے تو حضور ﷺ کی توجہ مراد لی ہے یعنی جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو توجہ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے کرتا ہے اگر توجہ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو تو گمراہی وضلالت ہی ہے یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کے عقیدہ میں ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کو نعوذ باللہ کسی چیز کا علم نہیں ہمارے افعال واقوال کی معاذ اللہ کوئی خبر نہیں کہ شب وروز گمراہی وضلالت میں پھنسے ہوئے ہیں ان میں ایمان کے فیوض اور برکات نصیب نہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مقصد یہ ہے کہ ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ گذشتہ واقعات کو مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

(سوال) یہ ہوگا کہ اذکر کے نکالنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ ﷺ مشاہدہ فرما چکے ہیں بلکہ اذکر سے مراد ہے کہ اے محبوب ﷺ اگلے پیغمبروں کے واقعات یاد فرماؤ جو کہ آپ ﷺ کو اب ذکر کئے جاتے ہیں چنانچہ بعض جگہ کہا گیا ہے کہ

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۱۶)

ترجمہ: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ (پارہ۱۶،سورۃ مریم،ایت۴۱)

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔

یعنی اب ہم آپ ﷺ کو بتاتے ہیں یاد فرمالیں۔

(جواب) معلوم ہوا کہ سائل قرآن وحدیث سے ناواقف ہے قرآن فرماتا ہے محبوب ﷺ تم کو تمام واقعات جو کہ پہلے آپ ﷺ کے سامنے گزر چکے ہیں ان کو یاد فرماؤ یہاں تو ذکر کا بیان فرمایا دیگر آیات میں تو رویۃ دیکھنے کے متعلق ارشاد ہے۔چنانچہ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِo (پارہ ۳۰،سورۃ الفیل،ایت ۱)

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍo (پارہ ۳۰،سورۃ الفجر،ایت ۶)

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا۔

تو معترض کے منہ میں مٹی۔اب رویۃ کی نفی کب کر سکتے ہیں۔لیکن ایک سوال ضرور پیش کروں گا یہ کہ اگر رویت حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے تو کفار ومشرکین کے لئے بھی ثابت ہے۔ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ (پارہ ۷،سورۃ الانعام،ایت ۶)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپادیں۔

(جواب) اس سے تباہ شدہ ملک اور خراب شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے چونکہ کفار ومشرکین اپنے سفروں میں ان مقامات سے گذرتے تھے اور ان کو دیکھتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت کے لئے ارشاد فرمایا تاکہ عبرت پکڑیں۔ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ نے نہ تو بظاہر دنیا کی شناخت فرمائی اور نہ بظاہر اُجڑے ہوئے مکانات کو دیکھا معترض کو ناچار ماننا پڑے گا کہ بے شک ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ واقعات کو بانور نبوت معائنہ ومشاہدہ فرما چکے ہیں۔

(سوال) تم تو حاضر وناظر اور مشاہدہ زمانہ گذشتہ کو ثابت کر رہے ہو مگر قرآن بالکل نفی فرماتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ

وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (پارہ ۳،سورۃ ال عمران،ایت ۴۴)

ترجمہ: اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں،اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

بی بی مریم کے ابتدائی واقعہ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور دوسری آیت میں ہے

وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ (پارہ ۲۰،سورۃ القصص،ایت ۴۴)

ترجمہ: اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا۔

اور تیسری آیت میں

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (پارہ ۲۰، سورۃ القصص، ایت ۴۶)

ترجمہ: اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ وہاں نہ تھے قرآن کہے کہ آپ ﷺ نہ تھے مگر تم کہتے ہو کہ آپ ﷺ موجود تھے۔

(جواب) پہلے ہمارے حاضر وناظر کے معنی اور عقیدہ سن لیجیے۔

حاضر وناظر کے مسئلہ میں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ قوت قدسیہ والا ایک جگہ تمام عالم کو کف ودست کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سنیں چنانچہ محبوب خدا ﷺ کی شان ہے خود فرماتے ہیں ان الله رفع لی الدنیا و انا انظر الیها والیٰ ماهو کائن الیٰ یوم القیمة کانی انظر الیٰ کفی هذا رواه الطبران ۔بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام دنیا اُٹھا کر رکھ دی ہے اور میں اُسے قیامت تک دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو۔اور حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

نظرت الی بلاد الله جمعا كخردته علی حکم اتصال

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو ایسا دیکھا جیسے ہاتھ کی ہتھیلی

یا ایک ہی آن تمام عالم کی سیر کرے یہ رفتار خواہ روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ یا اسی جسم سے جو کہ قبر میں ہے یا کسی جگہ موجود ہے تمام عالم ان کے سامنے ہو کہ یہ طاقت۔ان آیات سے یہ مطلب ہوا کہ اے محبوب ﷺ اس وقت اس جسم پاک کے ساتھ موجود نہ تھے۔آیات میں جسم کے نہ ہونے کی نفی ہے نہ کہ علم ومشاہدہ کی نفی ہے۔آپ یہ ممکن دکھا دیں کہ آپ ﷺ ان واقعات کو دیکھ نہیں رہے تھے ہم نے بہت آیات پیش کیں کہ آپ کو تمام واقعات گذشتہ کو نور نبوت ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰحضرت کیا خوب فرماتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ
تعالیٰ علیٰ حبیبہ سید المرسلی وعلیٰ الٰہ و اصحابہ اجمعین

۹ محرالحرام ۱۴۲۸ھ

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان